© rasailojaraid.com

الاستفتاء

مولانا عبید اللہ خان عفیف

- نماز تسبیح باجماعت کی شرعی حیثیت
- مختلف حفاظ کا تراویح کی دو دو رکعت پڑھانے کا جواز
- بتیاں بجھا کر زور زور سے اجتماعی دعاء کرنے کی شرعی حیثیت
- بطور تبرک قرآن خوانی یا آیت کریمہ کے ورد کی حیثیت

سوالات:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

نماز تسبیح باجماعت پڑھنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تعامل صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو کیا یہ بدعت ہے؟ ایک مولوی صاحب کے نزدیک جس طرح تراویح کا باجماعت پڑھنا صحیح ہے، اسی طرح نماز تسبیح بھی باجماعت جائز و مستحب ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ہمارے ہاں رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کا طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ایک قاری صاحب تشریف لاتے ہیں، دو رکعت پڑھا کر چلے جاتے ہیں، پھر دوسرے قاری صاحب دو رکعت پڑھاتے ہیں، اسی طرح رکعات تراویح پڑھانے والے متعدد امام ہوتے ہیں ہر دو رکعت یا چار رکعت پڑھ چکنے کے بعد وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی خوب ہوتا ہے۔ نیز مذکورہ بالا وقتوں کے درمیان کھانے پینے کا جشن بھی ہوتا ہے جس پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ بعض مساجد کے خطیب صاحب وتر پڑھا چکنے کے بعد مسجد کی تمام بتیاں بجھا کر بڑی گریہ زاری کے ساتھ چیخیں مار مار کر روتے اور چلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ نیز مساجد میں حاضرین کے لیے سحری کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ مجلس صبح صادق کے قریب برخاست ہوتی ہے۔

علماء کرام کی خدمتِ عالیہ میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہمارے احوال پر رحم فرمائیں اور ہماری مکمل طور پر رہنمائی کریں کہ کیا لیلۃ القدر حاصل کرنے کا یہ طریقہ تعاملِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، تعاملِ صحابہ کرامؓ، تعاملِ تابعینؒ و تبع تابعینؒ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا یہ طریقہ بدعت ہے؟ اس تمام کارروائی میں حصہ لینے والوں کو ثواب ہوگا یا وہ گنہگار ہوں گے؟

۴۔ (ا) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانہ مبارکہ میں عورتیں نماز تراویح کے لیے خصوصاً طاق راتوں میں لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کے لیے ساری رات مسجدوں میں گزارتی تھیں یا ان کا الگ کوئی انتظام و اہتمام ہوتا تھا؟

۴۔ (ب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرامؓ (حضرت ابی بن کعب اور تمیم داری) کو نماز تراویح پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا وہ دونوں نصف نصف پڑھاتے تھے یا ایک ہی ساری تراویح پڑھاتا یا ایک مردوں کو دوسرا عورتوں کو پڑھاتا؟

۵۔ ہمارے ہاں اکثر یہ رواج ہے کہ اگر کوئی صاحب نیا مکان بنائے، یا کسی حادثہ سے بچ جائے تو وہاں پر دینی مدارس کے طلباء کو بلا کر قرآن خوانی کرائی جاتی ہے نیز آیت کریمہ کا وظیفہ جو سوا لاکھ مرتبہ کھجوروں کی گٹھلیوں پر پڑھایا جاتا ہے اس کا ورد ہوتا ہے اور بعد میں پڑھنے والے طلباء کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ اس کام کے ٹھیکیدار یہ بھی طے کر لیتے ہیں کہ ہم آپ سے اس کام کا معاوضہ بالکل نہیں لیں گے بس چار ہزار یا آٹھ ہزار وغیرہ وغیرہ کی رقم ہمارے مدرسہ کو چندہ دے دینا۔

کیا یہ ساری کارکردگی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا بدعت کے ذیل میں آتی ہے؟ ایسا کرنے کرانے والے کو ثواب ملے گا یا گناہ؟ ایسی مجالس میں شمولیت کیسی ہے؟

(سائل حافظ محمد اقبال ربانی
خطیب جامع مسجد اہل حدیث باغ والی سیالکوٹ شہر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الجواب بعون الوهاب:

واضح ہو کہ حدیث صلوٰۃ تسبیح کی اسنادی حیثیت ہی میں سخت اختلاف ہے نہ صرف اس کی صحت وضعف میں۔ بلکہ بعض ائمہ نے اس حدیث کو موضوع تک بھی کہا ہے۔ الشیخ عبید اللہ دامت برکاتہ رقمطراز ہیں:

"واعلم انه اختلف كلام العلماء فى حديث صلوٰة التسبيح فضعفه جماعة منهم العقيلى وابن العربى والنووى فى شرح المهذب وابن تيمية وابن عبد الهادى والحافظ فى التلخيص وبالغ ابن الجوزى فاورده فى الموضوعات وقال فيه موسى بن عبد العزيز مجهول وصححه اوحسنه جماعة منهم ابوبكر الآجرى وابومحمد عبد الرحيم المصرى والحافظ ابوالحسن المقدسى و ابوداؤد صاحب السنن ومسلم صاحب الصحيح و الحافظ صلاح الدين العلائى والخطيب وابن صلاح و السبكى وسراج الدين البلقينى وابن منده والمنذرى و وابوموسى المدينى والزركشى والنووى فى تهذيب الاسماء والصفات وابوسعد السمعانى والحافظ فى الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة وابومنصور والبيهقى و الدارقطنى" مرعاة المفاتيح ج ۲ ص ۲۵۳ و تحفة الاحوذى ج ا ص ۳۵۰۔

"امام طفیلی، عقیلی، ابوبکر ابن العربی، نووی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن عبد الہادی، اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا راوی موسیٰ بن عبد العزیز مجہول ہے اور بغدادی، ابن صلاح، سبکی، سراج الدین بلقینی، حافظ ابن مندہ، منذری، ابوموسیٰ مدینی، زرکشی، نووی (تہذیب الاسماء والصفات میں) ابوسعید سمعانی، حافظ ابن حجر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(خصال المکفرہ میں) ابو منصور، بیہقی اور امام دارقطنی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے"۔
(مرعاۃ ج ۲ ص ۳۵۰) معلوم ہوا کہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت سخت مخدوش ہے۔

تاہم ہمارے نزدیک تعددِ طُرق کی وجہ سے یہ حدیث قابلِ عمل ہے اور نماز تسبیح پڑھ لینا گناہوں کی مغفرت اور بلندیٔ درجات و حسنات کا ایک اچھا ذریعہ ہے لیکن اس کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو اکٹھا کر کے مسجد میں باجماعت نماز تسبیح پڑھنا کم از کم شائبہ بدعت سے خالی نہیں۔ اوّل اس لیے کہ یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیز اصل ہی میں بُری ہو تو بدعت ہو گی بلکہ وُہ عبادات اور اہم طاعات بھی، جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے، ان کو اپنی طرف سے مقید کرنا یا ان کی منقول کیفیت کو تبدیل کرنا، یا اپنی طرف سے ان کو خاص اوقات کے ساتھ متعین کر دینا وغیرہ شرعاً بدعت ہی ہو گی اور شریعت اسلامیہ اس کو برداشت نہیں کرے گی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لا تختصوا ليلة الجمعة بين الليالی ولا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون فی صوم يصومه احدكم" (باب كراهية افراد يوم الجمعة بصوم لا يوافق عادته۔ (ج ۱ ص ۳۶۱)

"حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی رات کو دوسری راتوں کے علی الرغم نماز اور قیام کے لیے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دُوسرے دنوں کے مقابلہ میں نفلی روزہ کے لیے خاص نہ کرو۔ ہاں اگر کوئی شخص روزے رکھتا ہے اور جمعہ کا دن بھی اس میں آ جائے تو پھر کوئی حرج نہیں"۔

اس صحیح حدیث سے واضح ہوا کہ جمعہ کی بزرگی نماز جمعہ کی وجہ سے ہے محض اس بزرگی کے سبب جمعہ کی رات کو نوافل کے لیے اور دن کو روزے کے لیے خاص کرنا درست نہیں۔

۲۔ امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی غرناطیؒ بدعات کی تعیین اور ان کا رد کرتے ہوئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رقمطراز ہیں:

"ومنها التزام الکیفیات والھیئآت المعینۃ کالذکر بھیئۃ الاجتماع علی صوت واحد واتخاذ یوم ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدا وما اشبہ ذلک ومنھا التزام العبادات المعینۃ فی اوقات معینۃ لم یوجد لھا ذلک التعیین فی الشریعۃ کالتزام صیام یوم النصف من شعبان وقیام لیلتہ" (الاعتصام الشاطبی ج ۱ ص ۲۰)

یعنی "انہی بدعات میں سے کیفیات مخصوصہ اور ہیئآت معینہ کا التزام ہے جیسا کہ ہیئت اجتماع کے ساتھ ایک آواز پر ذکر کرنا اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو عید منانا وغیرہ اور انہی بدعات میں سے اوقات خاص کے اندر ایسی عبادات معینہ کا التزام کر لینا بھی شامل ہے جن کے لیے شریعت اسلامی نے اوقات معین نہیں کیے۔ جیسے پندرہ شعبان کا روزہ اور اس کی پندرھویں رات کی عبادت کا التزام کرنا ہے۔"

موصوف دوسرے مقام پر مزید لکھتے ہیں:

"فاذا ندب الشرع مثلا الی ذکر اللہ فالتزم قوم الاجتماع علیہ علی لسان واحد وبصوت اوفی وقت معلوم مخصوص عن سائر الاوقات لم یکن فی ندب الشرع ما یدل علی ھذا التخصیص الملتزم بل فیہ ما یدل علی خلافہ لان التزام الامور غیر اللازمۃ شرعا شانھا ان تفھم التشریع وخصوصا مع من یقتدی بہ فی مجامع الناس کالمساجد فانھا اذا ظھرت ھذا الاظھار ووضعت فی المساجد کسائر الشعائر التی وضعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المساجد وما اشبھھا کالاذان وصلوۃ العیدین .... فھم منھا بلاشک انھا سنن اذ لم تفھم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منها الفرضية ..... فصارت من هذه الجهة بدعا محدثة بذلك" (الاعتصام ج ۱ ص ۲۰۰)

کہ "جب شریعت نے کسی چیز کو مندوب قرار دیا ہو مثلاً اللہ کا ذکر، سو اگر ایک قوم اس کا التزام کر لے کہ ایک زبان ہو کر ایک ہی آواز سے ذکر کرنے لگ جاتی ہے یا دیگر اوقات کے علاوہ کسی معلوم اور مخصوص وقت کی پابندی کے ساتھ وہ ذکر کرتی ہے تو شریعت کی ترغیب اس میں تخصیص اور التزام پر ہرگز دلیل نہیں ہوگی بلکہ شریعت اس کے خلاف ہوگی کیونکہ جو امور شرعاً لازم نہیں ان کا التزام کرنا دراصل شریعت سازی کا حکم رکھتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ان غیر لازم امور کا التزام مساجد کے نامی گرامی ائمہ کرام اپنی مساجد میں شروع کر دیں تو وہ امور عوام میں کم از کم سنت کا درجہ ضرور حاصل کر لیں گے۔ لہٰذا اس جہت سے یہ امور بلاشبہ بدعت ہیں"۔۔

۶۔ ابن دقیق العید لکھتے ہیں:

"ان هذه الخصوصيات بالوقت او بالحال والهيئة و الفعل المخصوص يحتاج الى دليل خاص يقتضى استحبابه بخصوصه وهذا اقرب"۔

یعنی "یہ خصوصیاتِ وقت یا حال اور ہیئت اور فعل مخصوص کے ساتھ کسی خاص دلیل کی محتاج ہیں۔ (الاحکام الاحکام، دقیق العید ص ۱۷۲ ج ۱)

پھر روافض کی عید غدیر کی تردید کرنے کے لیے لکھتے ہیں:

"وقريب من ذلك ان تكون العبادة من جهة الشرع مرتبة على وجه مخصوص فيريد بعض الناس ان يحدث فيها امرا اخر لم يرد به الشرع زاعما انه يندرجه تحت عموم فهذا لا يستقيم لان الغالب على العبادات التعبد وماخذها التوقيف"۔

(احکام الاحکام ج ۱ ص ۱۷۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُسی کے قریب یہ بات بھی ہے کہ کوئی عبادت شریعت میں کسی خاص طریقہ پر ثابت ہو اور بعض لوگ اس میں کچھ تبدیلی کر دیں اور خیال یہ کریں کہ یہ بھی عموم کے نیچے داخل ہے تو ان کا ایسا خیال درست اور صحیح نہ ہوگا کیونکہ عبادات کے اندر تعبدی طریقہ غالب ہے اور اس کا ماخذ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ سے) اطلاع پائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا"

مجدد وقت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"ومنہا التشدد وحقیقتہ اختیارات عبادات شاقۃ لم یأمر بہا الشارع کدوام الصیام والقیام والتبتل وترك التزوج وان یلتزم السنن والآداب کالتزام الواجبات ...... فاذا کان ہذا المتعمق والمتشدد معلم قوم ورئیسہم ظنوا ان ہذا امر الشرع ورضاء وہذا داء رہبان الیہود والنصاری۔ (حجۃ اللہ، باب احکام الدین من التحریف ج ا ص ۱۲۰)

"تحریف دین کے من جملہ اسباب کے ایک یہ سبب ہے کہ دین میں تشدد اختیار کیا جائے اور اس تشدد کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی مشکل عبادات کو اختیار کیا جائے جس کے متعلق شارع نے کوئی حکم نہیں دیا، مثلاً کوئی دوامی طور پر روزہ رکھے، قیام کرے، تخلیہ میں بیٹھا رہے اور نکاح کرنے سے گریز کرے اور مثلاً یہ کہ سنتوں اور مستحبات کا ایسا التزام کرلے جیسا کہ واجبات کے لیے کیا جاتا ہے..... پھر فرمایا، جب کوئی ایسا متعمق یا متشدد کسی قوم کا معلم یا سردار بن جاتا ہے تو قوم یہ خیال کرلیتی ہے کہ اس کا یہ عمل شرع کا حکم اور اس کا پسندیدہ امر ہے اور یہی بیماری تھی یہودیوں اور نصاریٰ کے صوفیوں میں"

امام ابواسحاق شاطبی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ شریعت نے جن عبادات اور طاعات کو مطلق چھوڑا ہے۔ ان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی طرف سے قیود لگا دینا یا ان کی کیفیت اور ہیئت کو بدل دینا یا ان کو اوقاتِ معینہ کے ساتھ متعین کرنا گویا دین کو بدل دینا ہے اور اسی کا نام تحریفِ دین ہے۔
یہی وجہ ہے کہ قانونِ الٰہی نے انسانوں کو ان کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا، عبادات و معاملات یہاں تک کہ حکومت اور سلطنت کے احکام میں بھی پابند کر دیا ہے تاکہ وہ اپنی اہواء و خواہشات کے حصول میں دین کا چوکھٹا نہ بگاڑ بیٹھیں۔ چنانچہ فلسفۂ تاریخ و سیاست کے ماہر علامہ عبد الرحمٰن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ اس حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں:

"فجاءت الشرائع بحملهم على ذلك في جميع احوالهم من عبادة او معاملة حتى في الملك الذى هو الطبيعي للاجتماع الانساني فاجرته على منهاج الدين ليكون الكل محوطا بنظر الشارع" (مقدمة ابن خلدون ص ۱۹۰ و منهاج الواضح ص ۱۲۱)

کہ شرائع اسلامیہ اسی لیے تو آئی ہیں کہ لوگوں کو تمام احوال میں خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات حتیٰ کہ ملکی انتظام جو لوگوں کے اجتماع کا ایک طبعی امر ہے۔ دین پر ہی قائم رہنے کی تلقین کریں تاکہ اُن کے تمام معاملات شارع کی نگرانی میں ہوں۔"

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت شدہ مطلق عبادات اور طاعات میں اپنی طرف سے قیود عائد کرنے اور ان کی ہیئت کو تبدیل کرنے کو بدعت قرار دیتے تھے۔ معلوم ہے کہ نماز چاشت (صلوٰۃ الضحیٰ) صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی صلوٰۃ ضحیٰ پڑھا کرتی تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی پابندی کی وصیت بھی فرمائی تھی۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۷)
لیکن اس کے باوجود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ الضحیٰ باجماعت کو بدعت کہتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن الزبیر دونوں مسجد میں داخل ہوتے "فاذا عبد الله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا اناس يصلون فى المسجد صلوٰة الضحى قال فسألناه عن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلوٰتہم فقال بدعۃ" (باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ص ۲۳۸ والصحیح لمسلم مع النووی ج ۱ ص ۴۰۹) تو اس وقت جناب عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ کے پاس تشریف فرما تھے اور کچھ لوگ مسجد میں نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہؓ سے ان کی اس نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "بدعت ہے" جبکہ یہ نماز متعدد صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو بدعت کیوں کہا؟ بدعت اس لیے کہا ہے کہ آں حضرت صلعم کے زمانہ میں اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا رواج نہ تھا۔ جبکہ یہ لوگ باجماعت ادا کر رہے تھے، چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں:

"مرادہ ان اظہارھا فی المسجد والاجتماع لہا ھو بدعۃ لا ان صلوٰۃ الضحی بدعۃ وقد سبقت المسئلۃ فی کتاب الصلوٰۃ" (نووی ج ۱ ص ۴۰۹)

کہ "حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لیے اجتماع کا اہتمام کرنا یہ بدعت ہے نہ یہ کہ نماز چاشت ہی سرے سے بدعت ہے۔ یہ مسئلہ کتاب صلوٰۃ میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔

امام ابوبکر محمد بن ولید الطرطوشی لکھتے ہیں:

"ومحمل عندی علی احد وجہین۔ اما انہم کانوا یصلونہا جماعۃ واما انہم کانوا یصلونہا معا افذاذا علی ہیئۃ النوافل فی اعقاب الفرائض" (کتاب الحوادث والبدع ص ۴۰)

کہ "حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یا تو اس لیے بدعت کہا کہ وہ باجماعت نماز چاشت پڑھ رہے تھے یا اکیلے اکیلے پڑھ رہے تھے مگر اس طرح جیسے فرائض کے بعد ایک ہی وقت میں نمازی حضرات سنن رواتب پڑھتے ہیں"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ بھی بڑا مشہور ہے جسے امام دارمی نے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ کوفہ کی مسجد میں سحری کے وقت حلقہ بنا کر کنکریوں پر سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ سو سو مرتبہ پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا تھا:

"فقال فعُدُّوا مِنْ سَیِّاٰتِکُمْ فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ لَا یُضِیْعَ مِنْ حَسَنَاتِکُمْ شیئ ویحکم یا اُمَّۃَ محمد صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَسْرَعَ هَلَکَتُکُمْ هٰؤُلَاءِ الصحابۃُ بینکم متوافرون وھذا ثیابہ لم تَبْلَ وَآنِیَتُہٗ لَمْ تُکْسَرْ..... اَوْ مُفْتِحِیْ بَابَ ضَلَالَۃٍ"

(مسند دارمی بسند صحیح ص ۳۸)۔

"تم اپنی ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی افسوس ہے تم پر اے امت محمد صلعم تم کتنی جلدی ہلاکت میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ابھی تو تم میں صحابۂ کرام بکثرت حیات ہیں۔ ابھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے اور ان کے برتن بھی نہیں ٹوٹے۔ کیا تم تو ایسا کر کے گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو"

اور اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات محفوظ ہیں لعل فیہ کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ۔

اس ساری گفتگو سے ثابت ہوا کہ جو عبادت اور طاعت شرع میں جس طرح سے منقول ہو اس کو اسی طرح ادا کرنا چاہیئے یعنی اس کو اس کی ہیئت پر ہی قائم رکھنا چاہیئے۔ اگر اس مطلق عبادت اور طاعت کو مقید کیا جائے گا یا اس غیر موقت کو موقت بنایا جائے گا یا اس غیر معین کو معین کر لیا جائے گا تو وہ بدعت بن جائے گی۔ لہٰذا نماز تسبیح چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام سے باجماعت پڑھنا ثابت نہیں نہ مسجد میں، نہ گھروں میں، نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں لہٰذا اس کو باجماعت پڑھنا۔ لوگوں کو حیلہ بہانوں سے اکٹھا کرنا اور اس کا اہتمام کرنا بدعت کے شائبہ سے خالی نہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس نماز کو انفرادی طور پر ہی پڑھا جائے۔

ثانی یہ کہ اس نماز میں جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں۔ ان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نماز کو اکیلے ہی پڑھا جائے۔ ورنہ ان کی گنتی میں کمی بیشی ضرور ہو جائے گی۔ کیوں کہ یہ ضروری نہیں کہ امام اور مقتدیوں کی رفتار ہم آہنگ اور مساوی ہو۔ کیوں کہ کوئی تیز پڑھنے والا ہوتا ہے اور کوئی ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہے۔ کسی کی زبان تیز چلتی ہے اور کسی کی آہستہ۔ اور امام تسبیحات کو بالجہر بھی نہیں پڑھ سکتا کیوں کہ مسنون طریقہ تسبیحات کا بالاخفا ہے۔ اگر بالفرض امام سنت کے خلاف تسبیحات بالجہر بھی پڑھے تب بھی پچھلی صفوں کے لوگوں کو امام کی آواز کا پہنچنا مشکل ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس نماز میں جماعت کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

بلاشبہ نماز تسبیح نفل نماز ہے اور نوافل کی جماعت احادیث سے ثابت ہے۔ مگر اتفاقی ہے۔ مثلاً ایک آدمی نفل نماز پڑھ رہا ہے اور ایک دوسرا شخص دیکھتا ہے کہ مولوی صاحب یا حافظ صاحب نماز نفل پڑھ رہے ہیں وہ بھی شامل ہو جاتا ہے تو یہ درست ہے لیکن اس کا اہتمام کرنا اور اعلانات اور دوسری ترغیبات کے ذریعہ سے مردوں اور عورتوں کو اکٹھا کر کے مسجدوں میں نماز تسبیح باجماعت ادا کرنا بہرحال بدعت ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نماز چاشت کی جماعت کو اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حلقہ باندھ کر اللہ اکبر، سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کو بدعت اور گمراہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابو اسحاق شاطبی لکھتے ہیں:

"فاذا اجتمع فی النافلة ان تلتزم التزام السنن الرواتب ۔۔۔۔ واما فی اوقات محدودة وعلی وجه محدود واقیمت فی الجماعة فی المساجد التی تقام فیها الفرائض او المواضع التی تقام فیها السنن الرواتب فذالك ابتداع والدليل عليه انه لم يأت عن رسول الله صلی الله عليه وسلم ولا عن اصحابه ولا عن التابعين لهم باحسان فعل هذا المجموع هكذا مجموعا وان اتی مطلقا من غير تلك التقييدات فالتقييد فی المطلق التی لم يثبت بدليل الشرع تقييدها رائی فی التشريع فكيف اذا عارضه الدليل وهو الامر باخفاء النوافل مثلاً۔ (الاعتصام شاطبی ج ۱ ص ۲۸۴)

کہ جب کوئی نفل نماز سنن رواتب کی التزام کے ساتھ خاص طریقہ کے ساتھ ہمیشہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے یا محدود اوقات میں ان مساجد اور مقامات میں باجماعت پڑھی جائے گی جہاں فرائض اور سنن رواتب (سنن موکدہ) ادا کی جاتی ہیں تو یہ نماز بدعت ہی ہو گی کیوں کہ ایسی نماز نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہؓ سے اور نہ تابعینؒ سے منقول ہے۔ اور مطلق عبادات میں اپنی طرف سے قیود لگانا دراصل از خود شریعت سازی کے مترادف ہے، بالخصوص جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل میں اخفاء کا حکم دے رکھا ہے۔

ثالث یہ کہ نماز تسبیح باجماعت اس لیے بھی جائز نہیں کہ اگر اس کو مساجد میں باجماعت پڑھنا شروع کر دیا جائے تو عوام اس کو سنت سمجھ لیں گے اور اس کو دین کا شعار تصور کرنے لگ جائیں گے جیسا کہ امام شاطبی کے جواب سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اور اس کو نوافل کی جماعت کے عموم میں داخل سمجھنا مناسب نہیں۔ جیسا کہ ابن دقیق العید کے حوالے سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اور فتنہ کے خطرہ سے سلف نے بہت سی طاعات کو بعض دفعہ چھوڑ دیا تھا چنانچہ حضرت عثمانؓ اسی لیے سفر میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے تاکہ عوام یہ نہ سمجھ لیں کہ فرض صرف دو رکعت ہی ہیں (کتاب الحوادث والبدع) میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ص ۲۹

رابع یہ کہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز تسبیح دن کے وقت زوال کے بعد پڑھی جائے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرؓ کو زوال کے بعد پڑھنے کا حکم دیا تھا عون المعبود ج ۱ ص ۵۰۱ و تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۵۱۔ لہٰذا ان وجوہات کی وجہ سے عشاء کے بعد باجماعت نماز تسبیح پڑھنے سے گریز بہتر ہے۔ (عون المعبود ج ۱ ص ۵۰۱)

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com